

دوسرا دروازہ

سٹیون درمیانے درجے کے یہودی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ یوکرین سے ہجرت کیے ہوئے امریکہ میں ان لوگوں کا کوئی والی وارث نہیں تھا۔ معمولی شکل و صورت کا سٹیون کسی طریقے سے بھی نمایاں نہیں تھا۔ والد ایک کمپیوٹر کمپنی میں ادنیٰ سطح کا اہلکار تھا۔ والدین نیوجرسی کے ایک ہوشل میں پیانو بجائی تھی۔ بچپن سے سٹیون بہت مختلف ساختا۔ مذہب سے کوئی لگاؤ نہیں تھا۔ طبیعت کے خلاف والدین نے ایک کٹر یہودی سکول میں داخلہ دلوادیا۔ چار سال تک وہاں زیر تعلیم رہنے کے باوجود ذہن میں راستہ عقیدہ یہودی کے جذبات کبھی بھی اُبھر کر سامنے نہ آسکے۔ والد سرپرکالی ٹوپی پہننے تھے۔ لمبی داڑھی بھی تھی۔ کالے کوٹ اور پینٹ میں ملبوس والد یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ بیٹے کے خیالات کس درجہ بغایہ ہیں۔

ابتدائی تعلیم میں سٹیون نے تعلیم میں بہت کم دلچسپی لی۔ نیوجرسی سے سٹیون کے والدین فینکس منتقل ہو گئے۔ وہیں ایک سرکاری سکول میں داخلہ مل گیا۔ سکول سٹیون کیلئے عقوبت خانہ بن گیا۔ حلبی اور روایتی یہودی کپڑوں کی وجہ سے اڑکوں کا ایک گروہ، اسے ہر جگہ ڈھونڈ کر مارنا شروع کر دیتا تھا۔ کوئی طریقہ نہیں تھا کہ سٹیون ان سے بچ سکتا۔ دو مرتبہ ایسے ہوا کہ سکول کے تیز طرار گروہ نے سٹیون پر اس بری طرح تشدد کیا کہ ناک ٹوٹ گئی۔ سکول سے نفرت ہو چکی تھی۔ دیگر اڑکوں سے بالکل مختلف حد درجہ شرمیلا سانو جوان تھا۔ 1958 میں سکاؤٹ بن گیا۔ ذمہ داری لگی کہ کبھرے سے ایک فلم بنائے اور دیگر سکاؤٹ بچوں کو شام کے وقت دکھائے۔ گھر آنے پر معلوم ہوا کہ والد کا کیمرہ ٹوٹا ہوا ہے۔ علم تھا کہ والد کے پاس ایک پرانی طرز کا مموہی کیمرہ بھی ہے۔ ڈرتے ڈرتے والد سے پوچھا کہ سکول میں ایک فلم بنانے کی ڈیپٹی ملی ہے لہذا ایکمہ تین چار دن کیلئے چاہیے۔ والد نے سخت طبیعت کے برعکس مموہی کیمرہ دیدیا۔ سٹیون نے کلاس کی لڑکیوں اور اڑکوں کو اکٹھا کیا اور ایک پرانی طرز کی فلم بنادی۔ چالیس منٹ کی اس فلم کا نام Escape to Nowhere تھا۔ ویسٹرن امریکہ کی یہ فلم سکول میں بہت مشہور ہو گئی۔ اسی طرح سٹیون نے سکول میں پندرہ چھوٹی چھوٹی فلمیں بناؤ لیں۔ سولہ برس کی عمر تک سٹیون کا فلم بنانے کا شوق جنون بن چکا تھا۔ اسی عمر میں پانچ سو ڈالر کی پہلی کمرشل فلم بنائی۔ مقامی سینما میں یہ فلم صرف ایک دن کیلئے دکھائی گئی اور سٹیون کے ادھار لیے ہوئے پانچ سو ڈالر واپس مل گئے۔ فیصلہ کیا کہ صرف اور صرف فلمیں بنائیگا۔ یہی اسکی زندگی کا مقصد ہے۔ مگر ابھی تک فلم بنانے کی تربیت حاصل نہیں تھی۔ والدین اب کیلیفورنیا منتقل ہو چکے تھے۔ نوجوان کا خواب تھا کہ کیلیفورنیا کی سدرن یونیورسٹی کے فلم بنانے والے شعبے میں داخلہ لے۔ امریکہ میں یونیورسٹی کے اس شعبہ کو سب سے بہترین سمجھا جاتا تھا۔ جو بھی وہاں پڑھنے جاتا تھا، کامیاب اسکے قدم چوتھی تھی۔ سٹیون کے ذہن میں شدید ترین خواہش تھی کہ یونیورسٹی کے اس شعبہ میں داخل ہو اور پھر قابل لوگوں سے فلم بنانے کے جدید ترین طریقے سیکھے۔ سوتے جاگتے یونیورسٹی کے متعلق سوچتا رہتا تھا۔ اساتذہ کس طرح کے ہونگے۔ ماحول کیسا ہوگا۔ کلاس روم کس طرح کے ہونگے۔ شعبہ میں نصب کیمرے کتنے بڑے ہوں گے۔ سٹیون نے یونیورسٹی میں داخلہ بھجوادیا۔ سارا دن انتظار کرتا تھا کہ فلم بنانے کے شعبے سے اب جواب آیا کہ اب۔ انتظار کا مرحلہ بہت طویل ہو گیا۔ روزانہ ڈاک میں خط دیکھتے دیکھتے سٹیون

تحک سا گیا تھا۔ کئی کئی بار گھر کے باہر نصب ڈاک کے ذاتی ڈبے کوکھوں کھول کر دیکھتا تھا کہ خط آیا کہ نہیں۔ ڈیڑھ ماہ کے تکلیف وہ انتظار کے بعد جواب موصول ہوا۔ سٹیون کو اسکے کم نمبروں کی وجہ سے سدرن یونیورسٹی میں داخلے سے انکار کر دیا گیا۔ نوجوان کیلئے قیامت کی گھٹی تھی۔ کئی دن تک کمرے میں اکیلا بیٹھ کر سوچتا رہا کہ اب کیا ہو گا۔ سارے خواب چکنا چور ہو گئے۔ مقدر نے اس پر کامیابی کا ایک دروازہ بند کر دیا۔ ہمیشہ کیلئے۔

سٹیون کئی دن عذاب میں رہنے کے بعد ایک ایسی چیز سمجھ گیا جو دنیا کے ننانوے فیصلوں نہیں سمجھ پاتے۔ یقین ہو گیا کہ اب لکیرپینے کا کوئی فائدہ نہیں۔ فلم بنانے کے بہترین شعبے کے کواڑاں پر اب تک بند ہو چکے ہیں۔ سٹیون نے دوسرا فیصلہ کیا جس نے اسکی زندگی بدل دی اور وہ ایک لازوال کردار بن گیا۔ یونیورسل سٹوڈیو میں باقاعدگی سے جاتا رہتا تھا۔ گھنٹوں بیٹھ کر کیمروں کے جدید رجہنات سیکھتا تھا۔ کئی بار چوکیداروں نے بھی اسکی کافی بے عزتی کی کہ روز سٹوڈیو میں کیا کرنے آ جاتا ہے۔ مگر سٹیون کو پتہ تھا کہ یونیورسل سٹوڈیو اسکی قسمت کا دوسرا دروازہ ہے۔ مہینوں تک وہاں کام دیکھتا اور سیکھتا رہا۔ ایک ڈائریکٹر کو سائنس فلشن بنانے کی ضرورت تھی۔ سٹیون اسکے پاس چلا گیا اور بتایا کہ یہ کام کر سکتا ہے۔ ڈائریکٹر نے دو تین تجرباتی سین کروائے تو حیران رہ گیا۔ سٹیون کا کام انتہائی معیاری تھا۔ اس نے سٹیون کوٹی وی کا ایک شودیدیا۔ اسکا نام "ایل۔ اے 2017" تھا۔ یہ شوانہتائی کامیاب ہوا۔ سٹیون کی پہلی کامیابی تھی۔ اسکے بعد آج تک اس ناکام طالب علم مغربے مثال فلم ڈائریکٹر نے پچھے مرکر نہیں دیکھا۔ اس نے دنیا کی وہ لازوال فلمیں ڈائریکٹ کیں جس نے ہالی وڈ کامیاب تبدیل کر دیا۔ اب تک جس فلم کا ڈائریکٹر سٹیون ہو، وہ ناکام نہیں ہوئی۔ انسانی تاریخ میں جتنا پیسہ اسکی فلموں نے مجموعی طور پر کمایا اسکی نظری نہیں ملتی۔ 2017 تک اسکی فلمیں مجموعی طور پر نوارب ڈارکما چکی ہیں۔ سٹیون آج تین ارب ڈالر کا مالک ہے۔ اسکا پورا نام سٹیون سپلائر گ ہے۔

سوچنا چاہیے کہ بے مثال کامیابی کیسے نصیب ہوئی۔ مقدر کا ایک دروازہ بند ہو جانے کے بعد اس نے بند دروازے پر ٹکریں نہیں ماریں۔ وقت اور زندگی ضائع نہیں کی۔ ڈپریشن اور بے بسی کاشکار نہیں ہوا۔ سٹیون اٹھا اور قسمت کے دوسرے دروازے میں داخل ہو گیا۔ یہ اسکی کامیابی کی بنیادی ترین وجہ تھی۔ اردو گرد نظر ڈالیے۔ ننانوے فیصلہ عام لوگ، سیاستدان، کاروباری حضرات، ڈاکٹر، انجینئر، پروفیسر زمانے کی ناقد ری کی داستانیں سناتے ہوئے ملینگے۔ دہائیاں دے رہے ہوتے ہیں کہ وہ انتہائی ذہین اور فطیں ہیں مگر نظام نے انہیں آگے نہیں بڑھنے دیا۔ گلے شکوئے کرتے ہوئے دنیا سے واپس چلے جاتے ہیں۔ دراصل ناکامی کی اصل وجہ پہچان ہی نہیں پاتے کہ قدرت نے کامیابی کا ایک دروازہ ان پر ہمیشہ کیلئے بند کر دیا ہے۔ انہیں حالات کو دیکھتے ہوئے دوسرا دروازہ تلاش کرنا چاہیے۔ مگر نہیں، پوری زندگی بند دروازے کے باہر گریہ کرتے ہوئے گزار دیتے ہیں۔ ملکی سیاست پر نظر ڈالیے۔ محترمہ بینظیر بھٹو حالیہ دور کی قد آور سیاسی شخصیت تھیں۔ پوری دنیا میں انکے سیاسی انداز اور دلیرانہ جدوجہد کی دھوم پھی ہوئی تھی۔ انکے خطاب سننے کیلئے امریکہ، یوکے اور مغربی دنیا کی اسمبلیوں کے دروازے ہر دم کھلے ہوتے تھے۔ لیکھر کے لیے یونیورسٹیاں لاکھوں ڈالر دینی تھیں۔ صدور، وزراء اعظم اور پوری دنیا کے مقندر رحلے ان سے ملاقات کو خرچھتے تھے۔ مگر تجزیہ کریں تو انکے داداوار کی حکومت ملکر بھی پائچ

سال پورے نہیں کرتے۔ دوسری باروزیرا عظم کے عہدے سے ہٹانے اور ان گنت مشکلات دیکھنے کے بعد وہ خود ساختہ جلاوطنی میں چلی گئیں۔ دونوں اور لندن میں آسائش اور شان سے زندگی گزارنی شروع کر دی۔ مگر چند سیاسی ساتھیوں نے انہیں وہی طور پر اسیر کر لیا۔ اندازہ ہی نہیں کر پائیں کہ پارلیمانی سیاست کا پہلا دروازہ ان پر مستقل طور پر بند ہو چکا ہے۔ یہ وہ لمحہ تھا جب ان جیسی زیریک خاتون ایکشن کی شطرنج سے اٹھ کر ایک ایسے قائدانہ کردار میں ڈھل جاتیں جو خود بادشاہ نہ ہوتا بلکہ بادشاہ گر ہوتا۔ آنے والی دردناک موت کا اندازہ ہونے کے باوجود اس قافلے کی مسافر ہو گئیں جو مقتل گاہ کی طرف جا رہا تھا۔ انہوں نے مقدر کے دوسرے دروازے پر دستک نہیں دی۔ حالانکہ وہ انکے لیے کھلا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارا ملک ایک ذرخیز اور بہترین قیادت سے محروم ہو گیا۔

مسلم لیگ "ن" کی طرف آئیے۔ اس وقت اس سیاسی جماعت کے عوام دین شدید مشکلات کا شکار ہیں۔ وجہات جو بھی ہوں مگر حقیقت یہی ہے کہ ان کے رہنماد و رابتلا سے گزر رہے ہیں۔ نواز شریف کا پورا خاندان عدالتی فیصلوں کے سامنے بے یقینی کی کیفیت میں کھڑا ہوا ہے۔ میرٹ پر دیکھیے تو حالیہ دور میں ہمارے پاس نواز شریف کے تجربہ کا حامل کوئی دوسرا سیاستدان نہیں ہے۔ کوئی کلام نہیں کہ نواز شریف کو ملکی سیاست کی ہر اونچی نجیج کا سب سے سنجیدہ طریقے سے علم ہے۔ حالیہ دنوں میں وہ جو بھی سیاسی قدم اٹھا رہے ہیں اس سے عجیب طرح کارِ عمل جنم لے رہا ہے۔ انجام کیا ہوگا، کوئی بھی وثوق سے نہیں کہہ سکتا۔ کیا یہ تو نہیں کہ نواز شریف کیلئے پارلیمانی سیاست کا پہلا دروازہ بالکل اسی طرح بند ہو چکا ہے جس طرح محترمہ بینظیر کیلئے ہوا تھا۔ کیا یہ تو نہیں کہ نواز شریف مقدر کے دوسرے دروازے کی طرف دیکھنے رہے۔ کیا یہ تو نہیں کہ پہلے دروازے پر مسلسل دستک دینے سے مشکلات بڑھ رہی ہیں۔ کیا یہ تو نہیں کہ مقدر کا دوسرادروازہ نہیں وہاں لے جانا چاہ رہا ہے جہاں انکا کردار وزیراً عظم سے بہت بلند ہو۔ ملک کے ایک ایسے قائد کے طور پر اُبھرے جو سیاسی جوار بھاتا کو پُرسکون کرنے کی اہلیت رکھتا ہو۔ خیر مستقبل کے متعلق وثوق سے بات کرنی بہت مشکل نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ گمان ہے کہ دنیا کے ہر شخص پر جب کامیابی کا ایک دروازہ بند ہوتا ہے تو اسے دوسرے دروازے کی طرف ضرور جانا چاہیے۔ یہی دانائی اور کامیابی کی مستقل دلیل ہے۔ پر عجیب حقیقت یہ بھی ہے کہ نتاوے فیصلوں کے سامنے پوری عمر بیٹھے رہتے ہیں۔ انہیں کامیابی کا دوسرادروازہ نظر ہی نہیں آتا۔ شائد مستقل شکست کے عادی ہو جاتے ہیں!

راوٰ منظر حیات